خطبۂ صدارت

جو لقب "سلطان الشعراء"
کے جلسۂ تشکر منعقدہ
۷ امرداد ۱۳۵۱ ف
بمقام سرو محل پڑھا گیا

از
دھرم کرن آصفجاہی
صدرِ جلسہ

نواب حسن یار جنگ بہادر معزز خواتین و حضرات!

میں سب سے پہلے اس امر کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ اس مبارک و مسعود جلسہ عام کی صدارت کے لئے آپ نے مجھے منتخب فرمایا۔ اور نواب حسن یار جنگ بہادر نے حضرت بندگانِ عالی ظلِ سبحانی کے ساتھ میری اور میرے آبا و اجداد کی دلی عقیدت اور وفاداری کا عمدہ الفاظ میں تذکرہ فرمایا۔ حضرات — ملک و مالک کی وفاداری کے مقابلہ میں کوئی اور وصف میرے نزدیک اہمیت نہیں رکھتا اور میں اس حقیقت حال پر جتنا فخر کروں کم ہے کہ خدا کے فضل سے میں اور میرا خاندان ابتدا ہی سے ملک و مالک کا عقیدت کیش اور جان نثار رہا ہے۔

خواتین و حضرات — یہ واقعہ ہم سب کے لئے باعث

فخر و ناز ہے کہ ہمارا خانوادۂ شاہی جہاں تدبر و فراست اور عدل و شجاعت میں بے نظیر روایات کا حامل رہا ہے۔ علم و فضل اور شعر و سخن کے میدان میں بھی اس عظیم الشان دودمان کے افراد ہمیشہ ممتاز رہے ہیں۔ حضرت آصف جاہ اول۔ نواب ناصر جنگ شہید اور حضرت غفران مکان کی سخن دوستی اور شاعری کے بیان سے کوئی علمی تذکرہ خالی نہیں۔ لیکن حضرت آقائے ولی نعمت سلطان العلوم خلد اللہ ملکہ کو جہاں دوسرے امور میں نہ صرف اپنے پیش رؤں بلکہ دوسرے تاجداروں پر بھی نمایاں امتیاز حاصل ہے۔ شعر و سخن کے میدان میں بھی ہمارے مالک مجازی سب سے پیش پیش ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ مبداء فیاض کی ہمہ جہتی نعمتیں جس فراوانی کے ساتھ ہمارے ہر دل عزیز بادشاہ کو حاصل ہوئیں کسی اور تاجدار کو شاذ ہی نصیب ہوئی ہیں۔

حضرت ظلِ سبحانی کے سخن ورانہ کمال کا اعتراف صرف مقامی اساتذۂ سخن ہی کو نہیں بلکہ اُردو اور فارسی کے جملہ صاحب نظر شعراء بندگانِ عالی کے سخن پروری کے بارے میں رطب اللسان ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ زمین سخن صحیح معنوں میں

حضرت ولی نعمت کے زیر نگین ہے۔ فارسی و اُردو دونوں زبانوں
کی دنیا اپنی اس خوش بختی پر جتنا ناز کرے کم ہے کہ اعلیٰ حضرت
جیسے باکمال ماہرِ فن شاعرانہ نکات و رجحانات کی رہبری فرما
رہے ہیں۔

جس طرح حضرت ظلِ سبحانی کا کلام واقعی ملک الکلام
سمجھا گیا ہے خود اعلیٰ حضرت کی ذات گرامی بھی سلطان الشعراء
مانی جاتی رہی ہے۔ اور نواب فصاحت جنگ بہادر جلیلؔ
جیسے رمز شناس امام الفن نے دنیائے سخن کی صحیح نمائندگی کی
جب کہ انہوں نے بارگاہ سلطانی میں اس لقب کے قبول
کرنے کا معروضہ پیش کیا۔ اس کو قبول فرما کر بندگانِ عالی نے
ہم سب کو دلی فخر و مباہات کا موقع عطا کیا جس کی بنا پر آج
ہم تمام اس عالی مرتبت بارگاہ میں اپنے جذبات سپاس گزاری
کے اظہار کے لئے یہاں جمع ہوئے ہیں۔

حضرت ظلِ سبحانی کو شعر و سخن سے خداداد مناسبت ہے
اور اوائل عمر ہی سے آپ نے اُردو کے باکمال شاعروں
کے دیوان جمع کئے اور متقدمین اور متاخرین کے کلام کا اپنی
پسند کے موافق انتخاب بھی فرمایا تھا۔ یہ انتخاب مہاراجہ

یمین السلطنت سرکشن پرشاد بہادر کی نظر سے جب گزرا تو انھوں نے اس کے بارے میں صبح دکن کے سالگرہ نمبر بابتہ سنہ ۱۳۴۰ھ میں تحریر فرمایا تھا کہ

"زمانۂ شہزادگی میں حضرت نے متقدمین و متاخرین کے کلام سے اشعار منتخب فرما کر جو ذخیرہ فراہم کیا ہے اس کے دیکھنے سے تعجب ہوتا ہے کہ ہر شعر چوٹی کا انتخاب ہوا ہے"

حضرت بندگان عالی کی شاعری کے آغاز کے متعلق بھی مہاراجہ بہادر نے اپنے ایک مضمون مطبوعہ صبح دکن میں ایک دلچسپ واقعہ تحریر فرمایا تھا جس کو میں یہاں مہاراجہ بہادر ہی کے الفاظ میں درج کرتا ہوں۔

"حال کے سفر بمبئی میں جس کو تقریباً پانچ ماہ ہوتے ہیں اعلیٰ حضرت نے پہلے ہی ناسخ کی غزل سے ابتداء کی جس کا مطلع یہ ہے۔

یہ اگر آئینۂ صورت جاناں ہوتا
لاکھ میں ایک ہمارا دل حیراں ہوتا

ناظرین اس طبیعت خداداد کا اندازہ کرسکتے ہیں

اور بلا کسی تصنع اور خوشامد کے کہہ سکتے ہیں کہ
کیا ہر کوئی مبتدی خواہ کیسا ہی عالم و فاضل
ہو اپنے کلام کو ابتدا ہی میں انتہائی کمال
کا جامہ پہنا دے جب تک فضل الٰہی شامل
حال اور سعادت ابدی حاصل نہ ہو ایسا
مطلع روشن کہہ سکتا ہے واللہ یہ امر محال نہیں
تو دشوار ضرور ہے۔ قبول خاطر و لطف سخن
خداداد است۔"

حضرات۔ آپ نے مہاراجہ شاد مرحوم کی روایت کے مطابق معلوم کیا کہ حضرت ظل سبحانی کا پہلا مطلع ہی مطلع آفتاب سے کم نہ تھا۔ اس اثنار میں حضور پر نور کی شاعری کے جو بلند پایہ نمونے ملک کے اخبارات میں شائع ہوتے رہتے ہیں ان کی وضاحت کی نہ مجھ میں سکت ہے اور نہ ضرورت۔ اس لئے کہ آفتاب آمد دلیل آفتاب۔

حضرات۔ آپ سب جانتے ہیں کہ حضرت ظلِ سبحانی تین زبانوں یعنی فارسی۔ اردو اور بھاشا میں قادر الکلامی کے ساتھ طبع آزمائی فرماتے ہیں۔ اور کوئی صنف سخن ایسی نہیں

جس میں حضرت اقدس فی البدیہ کلام موزوں نہ فرماتے ہوں غزلوں کے علاوہ حضرت کی مذہبی اور اصلاحی شاعری بھی نہ صرف ہمارے لئے بلکہ ملک کی آنے والی نسلوں کے لئے ہمیشہ چراغ راہ ثابت ہوگی۔

بندگانِ عالی کی غزلیں استادانہ رنگ تغزل سے معمور ہوتی ہیں۔ اور ان میں جو شاعرانہ نکات ہیں ان کی وضاحت توکسی بلند پایہ استاد سخن ہی سے ہو سکے گی۔ میں اپنے ذوق کی بنا پر آپ کی خدمت میں پہلے ایک غزل کے صرف دو شعر پیش کروں گا جن کو میں نے ایک ایسی غزل سے منتخب کیا ہے جو بجائے خود رنگ برنگ کے پھولوں کا گلدستہ سمجھی جا سکتی ہے۔

نگہ کی چوٹ کھائی ہے تو کر پہلے جگر پیدا
اگر ذوق تماشا ہے تو کر ذوق نظر پیدا
ادا سے جس کی ہے شور قیامت منفعل ہر دم
کرے گی فتنۂ محشر یہ چشم فتنہ گر پیدا

حضرت بندگانِ اقدس کی ایک اور غزل کے چند اشعار میں آپ کے گوش گزار کروں گا جو مشتے نمونہ از خروارے کا

کام دیں گے۔

محبت میں نہ دل باقی نہ ہے تاب و تواں باقی
ابھی حصہ میں ہیں کیا جانے کیا کیا سختیاں باقی
شب دوشینہ کی بد مستیاں میں کیا کہوں ساقی
نکل آیا ہے دن اور ہے ابھی خواب گراں باقی
زبانِ شمع سے سنتا ہوں قصہ سوز الفت کا
شب آخر ہو گئی لیکن ابھی ہے داستاں باقی

حضرات۔ یہ ایک دریائے ناپیدا کنار ہے۔ اور واقعہ یہ ہے کہ حضرت اقدس کے کمال سخن کی گہرائیوں تک پہنچنا ما و شما کا کام نہیں جو لوگ فن شعر کے رمز شناس ہیں وہ بھی ان میں کما حقہ شناوری نہیں کر سکتے۔ ہم سب خوش قسمت ہیں اور ہماری نسلیں اس خوش بختی پر جتنا ناز کریں کم ہے کہ ہم کو سلطان الشعراء جیسا آقائے ولی نعمت نصیب ہوا جس کے فیض سے ملک کا چپہ چپہ علم و ادب کی روشنی سے پر نور ہو گیا ہے۔ آخر میں خود حضرت بندگان اقدس کے اس ترانہ پر اپنی یہ تقریر ختم کرتا ہوں جو سرزمین دکن کے ہر فرد بشر کے ورد زبان ہے۔

تا ابد خالق عالم یہ ریاست رکھے
تجھ کو عثماں بصد اجلال سلامت رکھے
آل و اولاد کو اللہ دے عمرِ خضری
ان سے آباد ترا خانۂ دولت رکھے
جیسے تو فخر سلاطین ہے بفضلِ یزداں
یوں ہی ممتاز ترا دورِ حکومت رکھے
خندہ زن صورتِ گل تیری ہواخواہ رہیں
آکے قدموں پہ عدو فرقِ اطاعت رکھے
بن کے ساقی ترا اقبال نظام ساغر
تجھ کو صہبا کشِ خُمِ خانۂ عشرت رکھے

یہی ہم سب کی دلی آرزو اور مدعا ہے خدا کرے کہ ہمارے سلطان الشعرا کا سایہ ہم سب کے سروں پر تا دیر قایم رہے۔

دھرم کرن آصفجاہی

مطبوعہ

[illegible]

دہلی